حدیث وسنت
سلسلہ سوم

محمد رفیق چودھری

جاوید احمد غامدی اور انکارِ حدیث

فاضل مقالہ نگار نے چند برس قبل محدث میں 'جاوید غامدی کے منحرف افکار' سے اُمت کو آگاہ کرنے کے لئے ایک علمی سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس سلسلۂ مضامین کے ساتھ ساتھ ان کے غلط اَفکار پر اُنہوں نے شعر وادب کی زبان میں بھی کڑی تنقید کی۔ یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ محدث میں جاری وساری تھا کہ چند ماہ پیشتر فاضل محقق ایک ٹریفک حادثہ کا شکار ہوگئے اور تعطل پیدا ہوگیا۔ اس وقت تک یہ واحد سلسلہ مضامین ہے جس میں غامدی صاحب کے مختلف غلط افکار کا انہی کے دیگر ارشادات کی روشنی میں جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ مولانا محمد رفیق چودھری چند ماہ بستر علالت پر گزارنے کے بعد صحت یاب ہوچکے ہیں اور اب دوبارہ خدمتِ دین کے لئے میدانِ علم وتحقیق میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مبارک مساعی کو قبول ومنظور فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو نت نئے فتنوں اور انحرافات سے عافیت نصیب فرمائے۔

زیرِ نظر مضمون غامدی صاحب کے تصورِ حدیث پر لکھے گئے مضامین کا تیسرا نقش ہے، یہ مضامین اپنی جگہ مستقل افادیت بھی رکھتے ہیں، البتہ سابقہ مضامین کو پڑھنے کے لئے محدث کے شمارہ جنوری اور فروری ۲۰۰۸ء کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ان مضامین پر مشتمل ایک مستقل کتاب 'غامدی مذہب کیا ہے؟' کے نام سے مستقل طور پر دوبار شائع ہوکر شائقین سے داد وصول کرچکی ہے۔ ح م

غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ حدیث کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دین کا حصہ نہیں، یہ دین سے الگ کوئی غیر اہم شے ہے۔ دین کا کوئی عقیدہ اور عمل اس سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اگر احادیث کی کچھ اہمیت ہوتی اور یہ بھی دین کا حصہ ہوتیں تو ان کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لئے خود رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی اہتمام کیوں نہیں فرمایا؟

چنانچہ جاوید غامدی اپنی کتاب 'میزان' میں 'مبادیٔ تدبر حدیث' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبارِ آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں 'حدیث' کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحبِ علم اُنہیں ماننے سے انکار نہیں کرسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ کہ رسول ﷺ نے ان کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا☆
دوسری یہ کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ کبھی علم یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔
حدیث سے متعلق یہی دو حقائق ہیں جن کی بنا پر یہ ماننا تو ناگزیر ہے کہ اس سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔'' (میزان: ص۶۸، طبع اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

☆ ایک خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق البتہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دوسروں تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی، لیکن اس کے بھی چند جملے ہی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔ اسکے علاوہ کسی چیز کے بارے میں اس نوعیت کی کوئی چیز تاریخ کے کسی مستند ماخذ میں مذکور نہیں۔

ذیل میں ہم سب سے پہلے غامدی صاحب کی اس پُرفریب اور مغالطہ انگیز تحریر کا تجزیہ کریں گے اور پھر اس پر جامع تبصرہ کیا جائے گا۔

مغالطہ انگیزی اور فریب دہی

① اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث کے اصطلاحی مفہوم میں خبر متواتر (اخبارِ متواترہ) بھی شامل ہوتی ہے، لیکن مذکورہ عبارت کے ذریعے غامدی صاحب نے اخبارِ متواترہ کو حدیث کے اصطلاحی مفہوم سے نکالنے اور اسے محض اخبارِ آحاد کے مفہوم میں محدود کردینے کے لئے لکھ دیا ہے کہ اس سے صرف وہی روایتیں مراد ہیں:

''جو زیادہ تر اخبارِ آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں۔''

اس طرح غامدی صاحب نے اپنے قارئین کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اصطلاح تو محدثین سے لی ہے مگر اُسے اپنے ذاتی معنی پہنا کر پیش کردیا ہے۔

غامدی صاحب اس بات کے عادی ہیں کہ وہ معروف دینی اور شرعی اصطلاحیں تو علماے اسلام سے لیتے ہیں مگر ان اصطلاحوں کے مفاہیم بدل کر اُنہیں اپنے من پسند معنی پہناتے ہیں۔ یہی حرکت انہوں نے 'سنت' کی دینی اصطلاح کے بارے میں بھی کی ہے اور اس کے اصطلاحی مفہوم کو چھوڑ کر اپنا یہ اختراعی مفہوم مراد لے لیا ہے کہ

''سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔'' (میزان: ص۱۰، طبع اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح دیگر دینی اصطلاحات کے ساتھ بھی وہ یہی سلوک کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ شرعی اصطلاحوں کے اصلی مفاہیم سے انکاری ہیں مگر انہی اصطلاحات کے استعمال پر مُصر ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ منکرِ مے بودن وہم رنگِ مستان زیستن

② غامدی صاحب نے مذکورہ عبارت کے ذریعے اپنے قارئین کو دوسرا یہ دھوکا اور مغالطہ دینے کی سعی فرمائی ہے کہ اُنہوں نے شروع ہی میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ آگے چل کر جن باتوں کا دعویٰ کریں گے اور جو کچھ اپنے جی سے بیان کریں گے، وہ از خود اتنی واضح اور مبنی برحقیقت ہوں گی کہ کوئی صاحبِ علم نہ تو اُن سے اختلاف کرسکتا ہے اور نہ اُن کو ماننے سے انکار کی جراءت کرسکتا ہے؟ جبکہ اُن کے کسی دعوے کو تسلیم کرنا کسی صاحبِ علم پر لازم نہیں اور وہ غامدی صاحب کی کسی بھی بات سے اختلاف کا حق رکھتا ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے سوا ہر شخص سے اختلاف کی گنجائش ہے اور اس حوالے سے قرآن وسنت کی نصوص کی تصریحات موجود ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا غامدی صاحب معصوم عن الخطا ہیں کہ اُن کی کسی بات میں غلطی کا کوئی امکان نہیں؟ یا وہ وحی کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں کہ ان سے دوسرے اہل علم کو اختلاف کی مجال نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کس برتے پر اپنے خیالات اور دعاوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

''یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحبِ علم اُنہیں ماننے سے انکار نہیں کرسکتا۔''

گویا ہر صاحبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ غامدی صاحب کے رطب و یابس پر آمنا و صدقنا کہے، ورنہ اُسے صاحبِ علم ہونے کے اِعزاز سے محروم ہونا پڑے گا۔

③ مذکورہ تحریر کے ذریعے غامدی صاحب یہ مغالطہ اور دھوکا بھی دینا چاہتے ہیں کہ پہلے تو وہ جوش میں آکر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔''

لیکن پھر اُن کو جلد یہ خیال آجاتا ہے کہ اتنا بڑا جھوٹ تو کسی عام پڑھے لکھے آدمی کو بھی ہضم نہیں ہوگا، اس لئے وہ اس عبارت کے نیچے فٹ نوٹ میں دبے لفظوں کے ساتھ لکھ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں کہ

''ایک خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق البتہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے (حدیث کو) دوسروں تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی۔''

پھر چونکہ اس حوالے سے بھی اُن کے اپنے مذکورہ بیان کی تردید کا پہلو نکلتا تھا، اس لئے پھر پینترا بدل کر آگے عبارت میں یہ اضافہ کر دیا کہ

''لیکن اس کے بھی چند جملے ہی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔''

غامدی صاحب نے ان الفاظ کا اضافہ کر کے نبی ﷺ کے اس عظیم الشان خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات اور اَحکام کی اہمیت گھٹانے کی سعیٔ نامراد فرمائی ہے۔ وہ خطبہ جو حضور ﷺ نے لاکھوں صحابہ کرامؓ کے مجمع کے سامنے دیا جو انسانی حقوق کا سب سے بڑا منشور (Charter) ہے اور جو دین اسلام کا مکمل پیغام ہے۔ غامدی صاحب اُسے یہ کہہ کر ٹھکرا رہے ہیں کہ

''لیکن اس کے بھی چند جملے ہی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔''

آخر کیا رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین و احکام کی یہی حیثیت ہے کہ ان کو مذکورہ گستاخانہ الفاظ میں بیان کیا جائے؟

④ مذکورہ حوالے کے ذریعے غامدی صاحب نے دوسروں کو چوتھا یہ مغالطہ اور فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ آگے اسی فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں کہ

''اس کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں اس نوعیت کی کوئی چیز تاریخ کے کسی مستند ماخذ میں مذکور نہیں۔''

ان الفاظ سے غامدی صاحب دوسروں کو یہ باور کراتے ہیں کہ وہ کسی بھی بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں جو تاریخ کے کسی مستند ماخذ میں مذکور ہو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جو شخص بخاری اور مسلم کی متفق علیہ اور صحیح احادیث کو کچھ اہمیت نہ دیتا ہو اور اُن کو ماننے کے لئے ہرگز آمادہ نہ ہو، وہ 'تاریخ کے کسی مستند ماخذ' کو کیسے مان کر دے گا؟ جس آدمی کا نظریہ یہ ہو کہ

''کسی چیز کو بھی خواہ وہ حدیث کی اُمہاتِ کتب بخاری و مسلم اور مؤطا امام مالکؒ ہی میں کیوں

www.KitaboSunnat.com

نہ بیان ہوئی ہو، آپ کی نسبت سے ہرگز کوئی اہمیت نہ دی جائے۔''

(ملاحظہ ہو غامدی صاحب کی کتاب 'میزان': ص ۶۹، طبع اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

تو کیا جو آدمی بخاری اور مسلم کی روایات کو نہیں مانتا، وہ ابن خلدون اور طبری کی کتب تاریخ کو مان لے گا؟ جو شخص اِجماعِ قطعی سے ثابت شرعی احکام کو تسلیم نہیں کرتا، وہ طبقاتِ ابن سعد اور تاریخ مسعودی کو کیسے تسلیم کرلے گا؟

قارئین کرام! میں اصل موضوع پر بحث کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر غامدی صاحب کے اندازِ بیان کے دجل وفریب کا پردہ چاک کررہا ہوں تو اس سے میرا مقصود صرف یہ ہے کہ میں آپ کو اس شخص کے 'طریق واردات' سے آگاہ کردوں جو "زخرف القول غرورًا" کے مصداق اپنے مخاطب کو فریب دینے کا عادی ہے۔

اب ہم اصل بحث کی طرف آتے ہیں۔ غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے ان (احادیث) کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔''

ہمارا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو احادیث سننے، ان کو حفظ کرنے اور ان کی کتابت وتحریر کرنے کی تاکید فرمائی اور ایسا کرنے والوں کے حق میں دعا فرمائی۔ اس طرح آپ ﷺ نے حفظ اور کتابت دونوں ذرائع سے کام لیتے ہوئے احادیث کی حفاظت اور ان کی تبلیغ واشاعت کا اہتمام فرمایا۔

پھر چونکہ احادیث کا زیادہ حصہ عمل سے متعلق تھا۔ اس لئے ﴿اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔'' کے قرآنی حکم کے مطابق صحابہ کرامؓ نے جیسے حضور ﷺ کو کوئی کام کرتے دیکھا، اُسے ویسے ہی کرنا شروع کردیا اور یہ سلسلہ نسل درنسل آگے چلتا گیا۔ اس طرح فعلی احادیث کا کثیر ذخیرہ عملی طور پر اُمت کو منتقل ہوگیا جو آج تک اُمتِ مسلمہ میں جاری وساری ہے۔ حدیث کی حفاظت اور اس کی نشرواشاعت کے سلسلے میں نبی ﷺ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

① سنن ابو داؤد (کتاب العلم) میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مرفوع روایت ہے، وہ بیان

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: «نَضَّر اللہ امرءً سمع منا حدیثًا فحفظه حتی یبلغه.....» (سنن ابوداؤد: ۳۶۶۰)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اللہ اُس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے حدیث سنے، پھر اُسے یاد اور محفوظ رکھے اور پھر اُسے دوسروں تک پہنچا دے.....''

گویا اس حدیث میں نبی ﷺ نے ایسے ہر شخص کے حق میں دعا فرمائی ہے جو آپ سے حدیث سن کر اُسے یاد رکھے اور پھر دوسرے لوگوں تک پہنچائے۔

② اُسی طرح جامع ترمذی میں بھی حضرت زید بن ثابت انصاریؓ سے مرفوعاً مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

«نَضَّر اللہ امرأً سمع منا حدیثًا فحفظه حتی یبلغه غیره.....»

(جامع ترمذی: ۲۶۵۶)

''اللہ اُس آدمی کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سن کر یاد کرلی اور اُسے دوسرے تک پہنچا دیا.....''

③ جامع ترمذی ہی میں ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

«نضر اللہ امرأً سمع منا شیئًا فبلَّغه کما سمعه، فرُبَّ مبلغ أوعٰی من سامع» (رقم الحدیث: ۲۶۵۷)

''اللہ تعالیٰ اجس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا۔ پھر جیسے اُس نے سنا تھا ویسے ہی دوسروں تک اسے پہنچا دیا۔ ممکن ہے جسے بات پہنچائی جائے وہ پہلے سننے والے سے بھی زیادہ اُسے یاد رکھنے والا ہو۔''

④ جامع ترمذی میں ایک اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«نضر اللہ امرأً سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها.....» (رقم: ۲۶۵۸)

''اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری کوئی بات سنی، پھر اُسے یاد رکھ کر محفوظ کرلیا اور اُسے کسی اور تک پہنچا دیا۔''

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اسی مضمون کی احادیث حضرت معاذ بن جبل ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

⑤ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوشریح عدویؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے روز ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ

«ولیبلّغ الشاهد الغائب» (صحیح بخاری:۱۰۴؛ صحیح مسلم:۳۳۰۴)

''اور ضروری ہے کہ جو یہاں حاضر ہے، وہ اُس تک (میری باتیں) پہنچا دے جو یہاں حاضر نہیں ہے۔''

⑥ اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «فلیبلغ الشاهد الغائب» (صحیح بخاری:۱۷۴۱)

''پس لازم ہے کہ جو یہاں پر حاضر ہے، وہ اُس تک جو یہاں حاضر نہیں ہے، (میری باتیں) پہنچا دے۔''

نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشادات سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو احادیث کی حفاظت اور ان کی تبلیغ و اشاعت کی تاکید فرمائی اور ایسا کرنے والوں کے حق میں بار بار دُعا بھی فرمائی۔

صحابہ کرامؓ اور حفاظتِ حدیث

نبی ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں اور ان کے احکام کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ نے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ یاد کرلیا، اُسے لکھ کر محفوظ کیا، اس پر خود عمل کیا اور اسے دوسروں لوگوں تک پہنچا دیا۔

ذیل میں ہم چند مُکثِرین (بکثرت روایت کرنے والے) صحابہ کرامؓ کے بارے میں بیان کریں گے کہ اُنہوں نے حضور ﷺ سے ہزاروں احادیث سن کر یاد کرلیں اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچایا:

① حضرت ابوہریرہؓ نے ۵۳۷۴ حدیثیں حفظ کرکے اُمت تک منتقل کیں۔

② حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ۲۶۳۰ حدیثیں یاد کیں اور پھر ان کو اُمت تک پہنچایا۔

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت انس بن مالکؓ نے ۲۲۸۶ حدیثیں زبانی یاد کر کے محفوظ کیں اور پھر ان کو اُمت کے حوالے کیا۔

④ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ۲۲۱۰ حدیثیں یاد کرنے کے بعد دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔

⑤ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ۱۶۶۰ حدیثیں حفظ کرنے کے بعد اپنے شاگردوں تک منتقل کیں۔

⑥ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے ۱۵۴۰ حدیثیں یاد کیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک مجموعہ بھی مرتب کیا۔

⑦ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی ﷺ کی طرف سے ۸۴۸ حدیثیں حفظ کیں اور ان کو دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔

❁ جن صحابہ کرامؓ نے حدیثیں لکھیں اور ان کے مجموعے (صحیفے) مرتب کئے یا اِملا کرائے اُن کی تعداد پچاس کے قریب ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

① حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری کا صحیفہ جسے 'صحیفہ ابوزبیر' بھی کہا جاتا ہے۔

② صحیفہ علی بن ابی طالبؓ ③ صحیفہ سعد بن عبادہؓ

④ صحیفہ عبداللہ بن عمرؓ ⑤ صحیفہ جابر بن سمرہؓ

⑥ صحیفہ زید بن ثابتؓ ⑦ صحیفہ حضرت سمرہ بن جندبؓ

⑧ صحیفہ سہل بن سعد انصاریؓ ⑨ صحیفہ براء بن عازبؓ

⑩ صحیفہ ابوہریرہؓ، جو صحیفہ ہمام بن منبہؒ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ تفصیل جان لینے کے بعد بھی کیا کوئی معقول شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ان (احادیث) کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔''

کیا اخبارِ آحاد دین کا حصہ نہیں؟

غامدی صاحب پہلے تو یہ دعویٰ فرماتے ہیں کہ

''اس (حدیث) سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ کبھی علم یقین کے درجے کو نہیں پہنچتا۔''

اور پھر اس دعویٰ کی بنا پر خود ہی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

''اس کی بنا پر یہ ماننا تو ناگزیر ہے کہ اس سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ نہیں ہوتا۔''

www.KitaboSunnat.com

اب ہم پہلے ان کے دعوے پر گفتگو کریں گے اور آخر میں ان کے نکالے ہوئے نتیجے پر تبصرہ کریں گے۔

کیا حدیث سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس بات پر تمام محدثین اور فقہاے اسلام کا اجماع اور اِتفاق ہے کہ خبر متواتر، جو حدیث ہی کی ایک قسم ہے، اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔

غامدی صاحب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حدیث سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا تو وہ ایک ایسی بات کرتے ہیں جس کا اہل علم میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ باقی اب اجماعِ اُمت کے مقابلے میں تنہا غامدی صاحب کی رائے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

پھر اس بات پر تمام محدثین عظام اور فقہاے کرام کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اخبارِ آحاد کا درجہ اگرچہ اخبار متواترہ سے کچھ کم ہے، تاہم جب وہ صحیح ہوں تو وہ بھی دین میں حجت اور دلیل ہوتی ہیں اور ان سے بھی ہر طرح کے شرعی احکام اَخذ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی مسلمان اپنے وارث کے حق میں مالی وصیت نہیں کرسکتا اور نہ وہ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرسکتا ہے۔ یہ دونوں مسلمہ اجماعی شرعی احکام ہیں مگر یہ صرف اور صرف اخبارِ آحاد سے ثابت ہیں۔ اگر اخبارِ آحاد کو دین سے نکال دیا جائے تو پھر دین اسلام کے ۹۰ فیصد حصے کو بھی دین سے خارج کرنا پڑے گا اور اسلامی احکام وتعلیمات کو چھوڑنا پڑے گا۔

اور ہم یہ بات پورے حزم واحتیاط سے بیان کررہے ہیں، ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اخبارِ آحاد ترک کرنے سے ہمیں پورا دین ترک کرنا پڑے گا اور اپنے ایمان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے، کیونکہ ہمارا کلمہ اسلام (کلمہ طیبہ اور شہادتین) لا الہ اِلا اللہ محمّد رسول اللہ صرف اور صرف اخبارِ آحاد ہی سے ثابت ہے، ان کے سوا اس کلمے کا اثبات کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں۔ یہ کلمہ نہ تو قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور نہ غامدی صاحب کی بتائی ہوئی 'سنت' سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اس کلمے کے اِقرار ہی سے کوئی شخص دین کے دائرے میں داخل ہوتا اور اس کے انکار سے وہ دین کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ یہی کلمہ اسلام اور کفر میں امتیاز اور حد فاصل ہے۔ اسی کو پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا

www.KitaboSunnat.com

اور اسے چھوڑنے سے وہ کافر اور مرتد ہوجاتا ہے۔ یہ کلمہ ہمارے دین کی اساس ہے مگر اس کی بنا بھی صرف اخبارِ آحاد پر قائم ہے۔

خود قرآنِ مجید ہمیں اخبارِ آحاد کی بنیاد پر شرعی فیصلے کرنے کا مجاز قرار دیتا ہے۔ وہ ہمیں ایک، دو یا چار معتبر اور عادل (ذَوَا عَدْلٍ) مسلمانوں کی خبر پر یقین کرنے کا پابند کرتا ہے اور ان کی گواہی پر حدود جاری کرنے کا حکم دیتا ہے جس کے نتیجے میں شرعی طور پر کسی مجرم کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے۔ کسی کو پھانسی پر چڑھا کر قتل کیا جاسکتا اور کسی کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاسکتے ہیں۔ پھر جب قرآنِ مجید نے اپنے نظامِ عدل و انصاف کی بنیاد غیر متواتر شہادتوں اور اخبارِ آحاد پر رکھی ہے تو قرآن کے مقابلے میں کوئی مسلمان یہ کہنے کی جسارت کیسے کرسکتا ہے کہ کسی حدیث کو حدیثِ رسولؐ یا حکم رسولؐ ماننے کے لئے تواتر کی شرط ضروری ہے اور یہ کہ ایک، دو یا چار معتبر اور عادل راویوں کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ ان سے اُسے 'علم یقین' حاصل نہیں ہو پاتا۔ جب کہ اسلام میں صرف ایک معتبر اور عادل شخص (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) کی شہادت پر رؤیت ہلال ثابت ہوجاتی ہے جس کے بعد شرعی طور پر مسلمانوں کے لئے دوسرے دن روزہ رکھنا یا نہ رکھنا لازم ہوجاتا ہے۔

اخبارِ آحاد میں سے ایک متفق علیہ غریب حدیث ہے کہ «اِنما الأعمال بالنیات.....» ''اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔'' (صحیح بخاری:۱) ہر مسلمان اس فرمانِ نبویؐ سے واقف ہے۔ اس حدیث کے صرف ایک ہی راوی حضرت عمر بن خطابؓ ہیں، لیکن ساری اُمت اسے صحیح اور درست مانتی ہے اور فقہاے اسلام اس سے مسائل کا استنباط کرتے اور استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

افسوس کہ غامدی صاحب ایک طرف تو حدیث کی اخبار آحاد کے بارے میں تواتر کی شرط لگاتے ہیں اور اس کے پورا نہ ہونے کی صورت میں صحیح احادیث کو 'ناقابل اعتماد' اور 'غیر یقینی' ٹھہرانے لگتے ہیں اور دوسری طرف اگر اُن کو کوئی ضعیف بلکہ موضوع اور من گھڑت روایت بھی مل جائے جو اُن کی خواہش اور ہوائے نفسانی کے مطابق ہو تو اُسے وہ بلا تامل مان لیتے اور اسے دلیل کے طور پر پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل حدیث بالاتفاق موضوع ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر فرمایا تھا:

«رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر»

(السلسلة الضعيفة للألباني:٢٤٦٠)

''ہم جہادِ اصغر (قتال فی سبیل اللہ) سے جہادِ اکبر (جہاد بالنفس) کی طرف واپس لوٹے ہیں۔''

تو دیکھئے ایسی بے اصل اور موضوع روایت کو غامدی صاحب کس طرح مانتے ہیں، اس سے اُن کو 'علم یقین' بھی حاصل ہوجاتا ہے اور پھر اس سے استدلال بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

''اس امر میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں میں جہاد کا لفظ اپنے لغوی مفہوم میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دین کی دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تو اُسے بھی جہاد کہا گیا۔ آپؐ نے مدینہ میں سربراہِ ریاست کی حیثیت سے یہود ونصاریٰ اور دوسرے مشرکینِ عرب کو دین کی دعوت پیش کی تو اسے بھی جہاد کا عنوان دیا۔ ایک غزوہ سے واپسی پر اپنے ساتھیوں کو عام زندگی میں تقویٰ اور راست روی کی روش اختیار کرنے کی نصیحت کی تو اسے 'قتال فی سبیل اللہ' کے مقابلے میں 'جہادِ اکبر' قرار دیا۔ چنانچہ ان معنوں میں دین کی سربلندی کے لئے کئے گئے کسی بھی کام کو 'جہاد' کہا گیا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' (ملاحظہ ہو: ماہنامہ 'اشراق' شمارہ دسمبر۱۹۹۳ء، ص۱۸)

یہ ہے غامدی صاحب کی احادیث کے بارے میں 'تحقیقِ انیق' اور ان پر تدبر کرنے کی اصل حقیقت، جس کا وہ ڈھنڈورا پیٹتے پھر رہے ہیں۔

اس مقام پر فارسی کا ایک قدیم شعر بہ ادنیٰ تصرف پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے باکمال ہوتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ گائے (کے بچھڑے) کو خدا مان لیتے ہیں مگر دوسری جانب نوح علیہ السلام کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔

گاؤ را داری تو باور در خدائی، غامدی!
نوحؑ را باور نداری از پئے پیغمبری!

(جاری ہے)

............✻✻✻............

www.KitaboSunnat.com